صفتِ قادر، قدیر اور مقتدر کی لطیف تفسیر

قدرت ثانیہ کے ذریعہ حضرت مسیح موعودؑ کو غلبہ کا وعدہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰؍جنوری ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَہٗ ؕ﴿۴﴾ بَلٰی قٰدِرِیۡنَ
عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ﴿۵﴾ (القیٰمۃ: ۴-۵)

اَلَمۡ یَکُ نُطۡفَۃً مِّنۡ مَّنِیٍّ یُّمۡنٰی ﴿ۙ۳۸﴾ ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ﴿ۙ۳۹﴾
فَجَعَلَ مِنۡہُ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَ الۡاُنۡثٰی ﴿ؕ۴۰﴾ اَلَیۡسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی
اَنۡ یُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰی ﴿۴۱﴾ (القیٰمۃ: ۳۸-۴۱)

اَوَ لَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ
مِثۡلَہُمۡ ؕ؃ بَلٰی ٭ وَ ہُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۸۲﴾ اِنَّمَاۤ اَمۡرُہٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡئًا
اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۸۳﴾ فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ
کُلِّ شَیۡءٍ وَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۴﴾ (یٰسٓ: ۸۲-۸۴)

فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِرَبِّ الۡمَشٰرِقِ وَ الۡمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوۡنَ ﴿ۙ۴۱﴾
عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ خَیۡرًا مِّنۡہُمۡ ۙ وَ مَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ ﴿۴۲﴾

(المعارج: ۴۱-۴۲)

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۲﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۳﴾ (القمر: ۴۲-۴۳)

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ (الزخرف: ۴۲-۴۳)

اور پھر فرمایا:

یہ قرآن کریم کی مختلف آیات جو مختلف سورتوں سے اخذ کی گئی ہیں۔ان کا تعلق خدا تعالیٰ کی دو صفات قادر اور مقتدر سے ہے لیکن پہلے اس سے کہ اس مضمون پر میں کچھ کہوں گزشتہ مضمون جس کا تعلق خدا تعالیٰ کی صفت قدیر کے قدیر ہونے سے تھا اُس سے متعلق چند باتیں باقی ہیں جو میں پہلے بیان کروں گا۔عملاً تو ایک ہی مادے سے یہ تینوں صفات نکلی ہیں۔قدرت یا قدر سے اور قدر بھی دال کی زبر کے ساتھ لیکن عربی کا طریق یہ ہے کہ مختلف سانچوں میں ڈھل کر ایک ہی مادہ مختلف معنی دینے لگ جاتا ہے اور ہر سانچے کا اپنا ایک خاص مضمون ہے جو اس لفظ میں داخل ہو جاتا ہے اس لئے یہ صفات اپنے خصوصی معنی بھی رکھتی ہیں حالانکہ بنیادی طور پر ایک ہی مادے سے نکالی ہوئیں ہیں۔

چنانچہ جہاں تک قدیر کا تعلق ہے اُس کی بحث کے دوران میں یہ بتا رہا تھا کہ ایک ایسا مضمون بھی ہے جس کا میں بعد میں ذکر کرونگا کیونکہ قدرت کے بعض معنی بھی بیان کرنے باقی ہیں۔وہ مضمون ایک مناظرے سے تعلق رکھنے والا مضمون ہے کیونکہ بہت سے اسلام کے دشمن جن میں عیسائی بھی شامل ہیں اور آریہ ہندو خصوصیت کے ساتھ پیش پیش ہیں۔بار بار جو صفات باری تعالیٰ قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں ان پر مختلف رنگ میں اعتراض کرتے ہیں۔خصوصیت کے ساتھ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کے اوپر اعتراض بھی اور ٹھٹھے بھی بہت کئے گئے ہیں اور یہ بحثیں آریوں کی طرف سے اٹھائی گئی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ ہر گناہ پر قادر ہے، خودکشی پر قادر ہے، ہر بد فعل پر قادر ہے۔عیسائیوں کی طرف سے بھی ہر چیز پر قادر ہونے کے بیان پر اعتراض کئے گئے لیکن سب سے زیادہ دکھ والی بات یہ ہے کہ خود مسلمان علماء نے بھی ان بحثوں کو اٹھایا اور بڑے بڑے مناظرے ان باتوں پر ہوئے۔یہاں تک کہ ہندوستان میں بھی قریب ہی کی تاریخ

میں ان مناظروں میں بہت کشت وخون ہوا اور بہت سے لوگوں کے گھر لوٹے گئے اور بچے یتیم کئے گئے اس وجہ سے کہ یہ بحثیں اشتعال پکڑ گئیں ۔ایک فریق کہتا تھا کہ خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ جھوٹ بولے اور دوسرا فریق کہتا تھا کہ اس بات پر قادر نہیں ۔ایک فریق کہتا تھا خدا تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ جسے ہم جنسی گناہ کہتے ہیں وہ جنسی گناہ کرے اور دوسرا فریق کہتا تھا کہ اس پر قادر نہیں ۔ پہلے فریق کے خلاف تو جو اعتراض ہے وہ ظاہر و باہر ہے جس کے نتیجے میں عوام کا اشتعال پکڑنا کوئی تعجب کی بات نہیں، دوسرے فریق کے خلاف اس لئے اشتعال آتا تھا کہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بعض چیزوں پر قادر نہیں ۔اُس کے آدھی قدرت کا انکار کر رہے ہیں اور جب اُن سے سوال کیا جاتا تھا کہ ایسی لغو بحثیں کیوں کرتے ہو تو جواب دیتے تھے کہ یہ مجبوری ہے یہ امکان کی بحث ہے اور امکان کی بحث میں کوئی حرج نہیں ہے جس قسم کی مرضی امکان کی بحث کر لو۔لیکن ان لوگوں سے یہ سوال کیا جائے کہ اپنی والدہ کی بدکاری کے امکان پر کیوں بحث نہیں کرتے تو وہ اس بات پر قتل وخون خرابے کے لئے تیار ہو جائیں ۔یعنی صرف خدا تعالیٰ کی غیرت ہی ایک ایسی ادنیٰ اور معمولی بات ہے کہ اُس پر امکانی بحثیں بے شک جس طرح مرضی اٹھائی جائیں ۔تصور کو جس گندگی میں چاہو اُتار دو لیکن اپنے عزیزوں اور قریبوں اور خونی رشتہ داروں اور محبت کرنے والوں اور جن سے تم محبت کرتے ہو ان کے متعلق کوئی ادنیٰ سی بات بھی برداشت نہ کر سکو۔ یہ کہاں کا انصاف ہے

چنانچہ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب آریوں اور عیسائیوں سے مناظرے ہوئے تو جو مؤقف اختیار کیا وہ نہایت ہی عظیم الشان ہے اور نہایت ہی گہرا عالمانہ مؤقف ہے۔آپ نے دو پہلوؤں سے اس پر بحث فرمائی ہے۔اول تو قدرت کا معنی کیا ہے؟ جب قدرت کا معنی پر آپ غور کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ قدرت کا معنٰی ہے متناسب چیز پیدا کرنے والا، متناسب فعل کرنے والا جیسا کہ میں نے لغوی معنی آپ کے سامنے بیان کئے تھے ہر وہ چیز جس میں ایسی تساوی پائی جائے ، ایسا آپس میں Balance جس کو انگریزی میں کہتے ہیں Symmetry توازن اتنا خوبصورت پایا جائے کہ ذرا سا بھی فرق نہ ہو اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ قدرت کے اندر ہی حکمت شامل ہے اس لئے جو چیز بھی حکمت کے خلاف ہے ۔وہ قدرت کے خلاف ہے جب کہا جاتا ہے کہ قدیر ہے تو قدیر سے مراد یہ ہے کہ وہ حکمت کے فعل کرنے

پر قادر ہے تو ایسی باتیں کرنے پر قادر ہے جو حسین ہوں، جن کے اندر توازن پایا جائے، جو عیب سے مبرا ہوں اور جن میں خوبیاں پائی جاتی ہوں اور یَشَآء کے معنی پر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زور دیا اور فرمایا کہ یشآء سے مراد ہے جو وہ چاہتا ہے تم میں سے نسبتاً پاک لوگ ہیں وہ تو یہ نہیں چاہتے کہ وہ گندگی کریں۔ خدا کے متعلق تم کیسے سوچ سکتے ہو کہ وہ کوئی بیوقوفی والی بات ،کوئی گندگی کی بات، کوئی نامناسب اور بےہودہ بات کرنے کے متعلق سوچ بھی سکتا ہے تو یشآء کا تعلق چونکہ اللہ کی سوچ، اللہ کی فکر، اللہ کے ارادے سے ہے اس لئے ہر وہ بات جو غلط ہے وہ ویسے ہی خارج از امکان ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات پر زور دیا کہ ان بحثوں کو ختم کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس قسم کی بحثیں گستاخی ہیں اور نہایت ہی نامناسب بات ہے کہ خدا کی متعلق کوئی دور کی بھی لغو بات سوچی جاسکے۔

تو یشآء اور قدیر میں دونوں کے اندر یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ خدا جب چاہتا ہے تو غلط بات چاہ سکتا ہی نہیں ان معنوں میں کہ اُس کے حکمت بالغہ کے خلاف ہے اور قدرت کے معنی یہ ہیں کہ جو چیز متوازن ہو اور اچھی ہو اور حکمت سے تعلق رکھتی ہو۔ پس جب یہ کہیں گے کہ فلاں گندی چیز خدا نہیں کر سکتا تو یہ خدا تعالیٰ کی صفت پہ حرف نہیں آتا بلکہ ایسی بات ہے جیسے کہیں کہ فلاں شخص فلاں تصویر نہیں بنا سکتا جو کسی بڑے آرٹسٹ نے بنائی ہے، فلاں شخص فلاں قسم کے میوزک نہیں بنا سکتا بڑے میوزیشن نے بنائی ہے۔ تو وہاں اس کا قدرت سے عاری ہونا ثابت ہوگا جو نہیں بنا سکتا یعنی اچھے میوزیشن کے متعلق یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ چونکہ گندی میوزک نہیں بنا سکتا اس لئے وہ قادر نہیں ہے۔ قدرت کا مضمون بھی اعلیٰ تخلیق سے تعلق رکھتا ہے۔ قدرت کے فقدان کے نتیجے میں بد چیزیں پیدا ہوتی ہیں نہ کہ قدرت کے موجود ہونے کے نتیجہ میں بد چیزیں سوچی جاسکتی ہیں اس لئے اگر خدا قدیر ہے تو اُس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس سے قدرت کا فقدان ثابت ہو وہ چیز اُس میں شامل نہیں ہے۔ ایک تو یہ ضروری بات تھی جو بتانے والی تھی۔ دوسری ایک نیا مضمون ہے جو خدا تعالیٰ نے پہلے خطبے کے دوران مجھے بتایا اور اُس کے بعد پھر اُس مضمون کو تفصیل سے مجھے سمجھایا۔

آپ کو یاد ہوگا کہ گزشتہ خطبے کے دوران جب میں لغوی معنی بیان کر رہا تھا تو میں نے کہا کہ ایک معنی اس کا عَـلَّـمَـه بھی ہے یعنی اُس نے سکھایا۔ یہ کہہ کر چونکہ مجھے یاد تھا کہ میرے نوٹس میں کہیں

بھی عَـلَّـم کا معنی نہیں لکھا ہوا جب میں نے یہ پڑھا اور آپ کو بتایا تو میں نے دوبارہ نظر ڈالی اور وہاں لکھا ہوا موجود تھا پھر تردد کے باوجود میں نے دوبارہ پڑھا کہ عَـلَّـم بھی ہے اور جب میں پڑھ چکا تو عَلَّم کا لفظ غائب ہو گیا اور فوری طور پر میں تعجب میں مبتلا تھا کہ اس مضمون کو کیسے جاری رکھوں کیونکہ نہ میرے نوٹس میں وہ شامل تھا نہ مجھے کبھی پہلے تصور بھی آیا تھا کہ قـدَّرَ کا معنی عَـلَّـم بھی ہو سکتا ہے اور چونکہ دوبارہ دیکھنے کے باوجود بہت کُھلا کُھلا صاف لکھا ہوا موجود تھا اس لئے میں نے وہ پڑھ دیا چونکہ اگلا لفظ الـزمه تھا اس لئے میں نے اس کے ساتھ اُس کا تعلق باندھنے کی کچھ کوشش کی لیکن پوری طرح دل کو تسلی نہیں ہوئی۔ اس لئے دعا کی اللہ تعالیٰ جب ایک نیا مضمون دکھایا ہے تو اُس کے معنی بھی سمجھائے چنانچہ خدا تعالیٰ نے جو اُس کے معنی سمجھائے وہ ایسے حیرت انگیز ہیں اور اتنے وسیع ہیں اور اتنا قطعی طور پر قرآن کریم سے ثابت ہیں کہ پھر مجھے یہ تعجب ہوا کہ اس سے پہلے کسی کا خیال کیوں اس طرف نہیں گیا؟ کیونکہ نہ اہل لغات میں نہ اہل تفسیر نے اشارۃً بھی اس بات کا کہیں ذکر کیا ہے۔

عَلَّم کا معنی ہے سکھانا اور عموماً یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ عَلَّمَ کے معنی ایسا سکھانا ہے جس کا تعلق بیان سے ہو اور لفظوں سے ہو حالانکہ عَلَّم کا معنی کا تعلق محض لفظوں اور بیان سے نہیں ہے بلکہ وہ خاموش تعلیم جو فطرت میں ودیعت کی جاتی ہے اُسے بھی قرآن کریم تعلیم ہی کہتا ہے اور اُس کا لفظوں اور بیان سے کوئی تعلق بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس تعلیم کو دو حصوں میں بانٹا اور اسکا الگ الگ ذکر فرمایا ہے چنانچہ ایک جگہ فرماتا ہے اَلرَّحۡمٰنُ ۙ﴿۲﴾ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ؕ﴿۳﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ ﴿۵﴾ (الرحمان: ۲-۵) کہ وہ رحمٰن خدا ہی ہے جس نے قرآن سکھایا ہے خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ انسان کو بنایا۔ عَلَّمَہُ الۡبَیَانَ اور اُس کو بیان سکھایا تو قرآن کریم کے نزول کا تعلق بیان سے ہے اور ایسی تعلیم سے ہے جو لفظوں میں پیش کی جاتی ہے۔ دوسری جگہ جب خدا تعالیٰ تخلیق عالم کا ذکر فرماتا ہے آسمان اور زمین اور پھر اُس کے نفس کی پیدائش کا تو وہاں فرماتا ہے

وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىہَا ۪ۙ﴿۸﴾ فَاَلۡہَمَہَا فُجُوۡرَہَا وَتَقۡوٰىہَا ۪ۙ﴿۹﴾

(الشمس: ۸-۹)

کہ ہم نے نفس کو پیدا کیا یعنی پہلے آسمان وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰىہَا (الشمس: ۶) اس سے مضمون شروع ہوتا ہے وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰىہَا (الشمس: ۷) کہ ہم گواہ ٹھہراتے ہیں آسمان کو اور

جیسے وہ بنایا گیا اور زمین کو اور جس طرح وہ ہموار کی گئی پھر فرماتا ہے وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا (الشّمس:۸) اور نفس کو کس طرح خدا نے اسے نہایت ہی عمدہ ترکیب کے ساتھ پیدا کیا اور متوازن کیا اور جب اُسے ٹھیک ٹھاک کیا فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا اس کو الہام کیا، اُس کے گناہوں کے متعلق بھی، اُس کی بدیوں کے متعلق بھی گندی چیزیں بھی جن سے اُسے بچنا چاہئے اُن کے متعلق بھی اور اچھی چیزوں سے متعلق بھی اُس کو الہام کیا۔ دوسری جگہ فرماتا ہے:

خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝۲۰ ثُمَّ السَّبِيۡلَ يَسَّرَهٗ ۝۲۱ (عبس:۲۰۔۲۱)

ہم نے اُس کو پیدا کیا خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ یہاں فَاَلۡهَمَهَا کی بجائے قــدّرہٗ کا لفظ استعمال فرماتا ہے اسکو ہم نے قــدّرہٗ کیا یعنی اُس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے اندر اُس کی فطرت میں کچھ چیزیں داخل تھیں، ثُمَّ السَّبِيۡلَ يَسَّرَهٗ پھر اُسے چلا دیا اُن راستوں پر جو اُس کے لئے معین کئے گئے تھے۔ پس ان معنوں میں خدا تعالیٰ کے کلام کو ہم دو حصوں میں منقسم کر سکتے ہیں ایک وہ کلام جو لفظوں اور بیان سے تعلق رکھتا ہو اور ایک وہ کلام جو لفظوں اور بیان سے تو تعلق نہیں رکھتا لیکن تمام کائنات میں موجود ہے اور یہی وہ کلام کا وسیع معنی ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے:

قُلۡ لَّوۡ كَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّـكَلِمٰتِ رَبِّىۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىۡ وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِهٖ مَدَدًا ۝۱۱۰

(الکھف:۱۱۰)

کہ اگر ہم سمندر خدا تعالیٰ کے کلام کو لکھتے اور ختم ہو جاتے لکھتے لکھتے، پھر تُو دیکھتا کہ خدا تعالیٰ کا کلام ختم نہیں ہوا، خدا کے کلمات ختم نہیں ہوئے، وَلَوۡ جِئۡنَا بِمِثۡلِهٖ مَدَدًا خواہ ہم ایسے اور بھی سمندر اُس کو لکھنے کے لئے لے آتے۔ تو جہاں تک خدا تعالیٰ کے ظاہری کلام لفظی کلام کا تعلق ہے یہ تو اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کے سارے کلاموں کو اکٹھا بھی کر لیا جائے اور تمام انسانوں نے آج تک جو کچھ بھی لکھا ہے یا جو کچھ لکھ سکتے ہیں آئندہ ان سب کو اکٹھا کر لیا جائے تو سمندر چھوڑ کے ایک ندی بھی ختم نہیں ہوگی ایک ندی کی سیاہی بھی غالب آجائے گی اس کلام کے اوپر لکھنے کے لحاظ سے۔ وہ کونسا کلام ہے جس کے متعلق خدا تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اگر ہم سمندروں کو حکم دیتے

کہ وہ لکھیں تو وہ خشک ہو جاتے اور بھی ویسے لے آتے تب بھی کلام الٰہی ،کلمات الٰہی ختم نہیں ہو سکتے تھے۔تو وہ یہی وسیع تر مضمون ہے کلام کا۔ایک کلام ہے جو لفظی ہے اور بیان سے تعلق رکھتا ہے ایک کلام ہے تقدیری ہے جو خدا کی ایسی قدرت سے تعلق رکھتا ہے جو ہر چیز میں جاری کی گئی ہے اور باریک در باریک احکامات اُس کے اندر داخل کئے گئے ہیں جو اپنے وقت پر کھلتے ہیں جیسا کہ میں پہلے معانی بیان کر چکا ہوں اور یہ سب تعلیم الٰہی کے نتیجے میں ہیں۔اگر اللہ تعالیٰ یہ تعلیم نہ کرتا فطرت کو تو کسی چیز میں کوئی بھی صفت نہ ہوتی ، ہائیڈ روجن جس طرح Behave کر رہی ہے یا کاربن ڈائی آکسائیڈ جس طرح Behave کرتی ہے یا دوسرے مادے ہیں مختلف ایک دوسرے کے ساتھ مل کر یا الگ الگ بعض صفات دکھاتے ہیں جتنی بھی کائنات میں چیزیں ہیں ان سب کے اندر خواہ وہ زندگی رکھتی ہوں یا زندگی سے عاری ہوں جتنی بھی صفات جلوہ گر ہیں یہ ساری تعلیم کی طرح ہیں اور اس کی تعلیم دی گئی ہے اللہ کی طرف سے اور خود بخود جاری ہونے والی چیزیں نہیں ہیں۔چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ یہ وہم کر لینا کہ چیزیں خود بخود اتفاقاً ہوئیں ہیں یا اتفاقاً جاری ہیں یہ بالکل غلط ہے۔یہ خدا کی تقدیر کے ساتھ جاری ہیں اور وہ تقدیر ہر وقت کام کر رہی ہے۔پس ان معنوں میں تقدیر کا ایک اور معنی بھی ہمیں سمجھ آ گیا۔ قَدْرُ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ کا ایک اور مفہوم ہمارے سامنے اُبھر آتا ہے۔

تقدیر عام کیا چیز ہے؟ تقدیر عام یہی تعلیم عام ہے جو ہماری فطرت کے اندر لکھی ہوئی ہے اور جیسے اب سائنس دان پڑھنے کے اہل بھی ہو گئے ہیں اور جب ہم کہتے ہیں کہ فطرت میں لکھی ہوئی ہے تو واقعتہً لکھی ہوئی ہے،ایسی چیز نہیں ہے جو فرضی ہے یا محاورۃً ہم کہہ رہے ہیں بلکہ انسانی زندگی یا حیوانی زندگی میں تو سائنس دان ان Codes کو بریک (Break) کرنے کے قابل ہو گئے ہیں اور باقاعدہ Decode کرنے کے بعد وہ پڑھتے ہیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔ ہر حیوان کے ہر زندگی کے ذرے میں یہ تعلیم چھپی ہوئی موجود ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے اور اس تعلیم کے خلاف کوئی کچھ کر نہیں سکتا۔ بیان کی جو تعلیم ہے اُس کے خلاف انسان جا سکتا ہے لیکن یہ جو تعلیم ہے خاموش تعلیم اس کے خلاف انسان جا نہیں سکتا۔اسی لئے اس کا نام تقدیر رکھا، اسی لئے کہتے ہیں کہ تقدیر الٰہی اٹل ہے۔تو تقدیر الٰہی جو عام معنی رکھتی ہے وہ یہی معنی ہیں چونکہ فطرت میں خدا تعالیٰ نے جو چیزیں داخل

فرمائیں اور لکھ دیں کہ ایسے ہوگا تو آپ جب کہتے ہیں کہ لکھی ہوئی کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے ،ٹل نہیں سکتی جو لکھی ہوئی ہو اس کا یہی معنی ہے۔ ہر چیز لکھی ہوئی ہے ،ایک ایک ذرہ کے اندر اُس کی تمام حرکات وسکنات جو اُس نے کرنی ہیں وہ لکھی ہوئی موجود ہیں۔ کچھ بہت معمولی حصہ ایسا ہے جو سائنس دان پڑھ سکیں ہیں لیکن لا متناہی ایسا حصہ ابھی موجود ہے جسے وہ پڑھ نہیں سکتے صرف جب وہ لکھی ہوئی کے مطابق ایک حرکت ہوتی ہے تو وہ اُس حرکت کو دیکھنے لگ جاتے ہیں۔اس کے پیچھے کیا کیا کچھ لکھا ہوا ہے اس تک ابھی اُن کی نگاہ نہیں جاسکی۔ ہوسکتا ہے آئندہ زمانے میں سائنس جب ترقی کرے تو کچھ اور مضامین بھی پڑھنے کے قابل ہو جائے۔اس کو عام محاورے میں بھی تعلیم ہی کہا جاتا ہے چنانچہ غالب اپنے ایک شعر میں اسی مضمون کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ

ے پرتوِ خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک

(دیوان غالب صفحہ: ۱۳۷)

کہ جب سورج کا عکس پڑتا ہے تو شبنم کے قطرے کو تعلیم ہی یہی ہے کہ وہ غائب ہو جائے وہ فنا ہو جائے۔سورج کا نظارہ کرے اور ایک ہی دید کے ساتھ وہ خود فنا ہو جائے۔کہتا ہے اے میرے محبوب! میں بھی ایک عنایت کی نظر ہونے تک۔میری فطرت میں بھی محبت نے یہی تعلیم لکھ دی ہے کہ میں تمہیں دیکھوں اور خود فنا ہو جاؤں۔ یہ تو دنیا کے لحاظ سے تو قصے ہیں اور ہرگز ماننے کی باتیں نہیں ہیں کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے لئے اپنے وجود کو مٹادے مگر مذہبی دنیا میں ایسا واقعۃً نظر آتا ہے۔

چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے جب خدا کا جلوہ دیکھا تو اپنے وجود کو مٹا دیا۔آپ کو یہ تعلیم تھی ،آپ کی تقدیر یہی تھی کہ خدا جلوہ گر ہو اور خود محمد مصطفی ﷺ کا ذاتی وجود مٹ جائے اور کلیۃً خدا جلوہ گر ہو جائے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہی تعلیم تھی کہ محمد مصطفی ﷺ کا جلوہ دیکھیں اور اپنے وجود کو مٹا دیں۔

چنانچہ اسی سے ہمیں ظل کا مضمون سمجھ آیا۔ یہ وہ تعلیم ہے جسے ہم تقدیر بھی کہتے ہیں اور ان معنوں میں اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھایا کہ قدرت کا معنی تعلیم بھی ہے اور جب اس پہلو سے ہم غور کرتے ہیں تو قدرت کا سب سے زیادہ وسیع سب سے زیادہ اطلاق پانے والا معنی ہے ہی تعلیم۔ ہر وہ بات جو

سکھائی جائے لفظوں سے بالا ہو کر، جو فطرت میں داخل کر دی جائے جس کی قوت اتنی زیادہ ہو کہ وہاں انکار کی مجال ہی کوئی نہ ہو اور لازماً اُس تعلیم کے مطابق چلنا ہو کسی نے اُس تعلیم کو تقدیر کہا جاتا ہے اور یہی قدرت کا سب سے بڑا مظہر ہے۔

اب میں دوسرے مضمون کی طرف آتا ہوں جو میں نے بیان کیا تھا **قادر اور مقتدر**۔ قادر اور مقتدر اور قدیر ان تینوں صفات میں عموماً زیادہ فرق نہیں کیا جاتا ہے اور لغت کی کتابیں لکھنے والے کہتے ہیں کہ بنیادی طور پر تینوں کا ایک ہی معنی ہے لیکن جہاں تک قرآن کریم کے استعمال کا تعلق ہے قرآن کریم نے ان تینوں الفاظ کو الگ الگ مخصوص معنوں میں استعمال کیا ہے اور بعض الفاظ کو زیادہ عمومی طور پر استعمال کیا ہے بعض کو نسبتاً کم عمومی طور پر یعنی خصوصی طور پر اور الگ الگ محلات کے لئے بعض الفاظ کو چنا ہے۔

قدیر کا لفظ سب سے زیادہ عموم اپنے اندر رکھتا ہے چنانچہ تخلیق عالم کے متعلق جہاں جہاں بھی قرآن کریم میں ذکر ہے وہاں قدیر کا لفظ ملتا ہے، مقتدر اور قادر نہیں ملتا لیکن قدیر کا حوالہ دے کر جب کوئی نئی قدرت کی جلوہ نمائی دکھانا مقصود ہو تو وہاں لفظ قادر کا استعمال آتا ہے۔ یعنی قدیر کو قرآن کریم زیادہ عمومی صفت کے طور پر پیش فرماتا ہے جو ہر میدان میں کارفرما نظر آرہی ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ تخلیق اول پہلی مرتبہ جو کائنات کو پیدا کیا گیا ہے اور پھر اُس میں جاری خدا کی قدرت جو دکھائی گئی ہے، جب خدا تعالیٰ قرآن کریم میں اس مضمون کا بیان فرماتا ہے تو خدا کی صفت قدیر ساتھ ہی ذکر فرماتا ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے جب ایک خدا کی قدرت کا ایسا جلوہ دکھانا مقصود ہو جو عام جاری تقدیر کے علاوہ ہو اور جاری تقدیر سے انسان جتنا روزمرہ روشناس ہونے کے بعد اُس کو نظر انداز کر بیٹھا ہے جب یہ بتانا مقصود ہو کہ جاگو! اور ہوش کرو، وہ خدا جس نے یہ سب کچھ جاری کیا ہے وہ اس بات پر بھی قادر ہے تو وہاں لفظ قادر استعمال فرماتا ہے۔ یعنی ایسا قدرت کا جلوہ جو کبھی کبھی بیدار کرنے کے لیے آتا ہو، عام جاری جلوے سے مختلف مضمون پیدا کرتا ہو، عام تخلیق سے ہٹ کر ایک نئی تخلیق بناتا ہو وہاں قادر کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

مقتدر عموماً اُس جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں مقابلے کے بھی معنی پائے جاتے ہوں۔ مثلاً آنحضرت ﷺ کا جب مخالفین پر غلبے کا مضمون بیان ہوگا تو وہاں قادر اور قدیر کی نسبت قادر کا لفظ بھی

بعض جگہ آتا ہے مگر زیادہ تر اقتدار کا مضمون ہے اس لئے مقتدر صفت بیان کی جاتی ہے۔ تو جب دشمن خدا کی قدرت پر غلبہ پانے کی کوشش کریں اُس وقت جب خدا کی قدرت جلوہ دکھاتی ہے تو وہ مقتدر کی قدرت ہے جو جلوہ گر ہو رہی ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (الاحقاف: ۳۴)

عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ کا محاورہ تو شروع سے آخر تک چونکہ عمومیت رکھتا ہے ہر چیز پر ثابت آتا ہے لیکن لفظ قادر وہاں استعمال فرمایا جہاں عام قدرت کو تو لوگ تسلیم کر رہے ہیں۔ خدا کے قدیر ہونے کے ان معنوں میں تو قائل ہیں کہ سب کچھ ہو رہا ہے لیکن ایک نئی تخلیق پر قدرت کا انکار کر رہے ہیں اور فرمایا وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ جس قدیر خدا نے پہلی تخلیق جاری فرمائی تھی یہ نہ سمجھو کہ وہ اب اپنی تخلیق سے عاجز آچکا ہے یا جو کچھ تخلیق کر چکا اسی پر ختم کر بیٹھا ہے وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ اور یہ بھی نہ سمجھو کہ زمین و آسمان کی تخلیق کے بعد خدا کی قدرت کا ان کے ساتھ تعلق نہیں رہا یا اس کی محتاج نہیں رہی۔ جاری تعلق ہے ایک جو تمہیں نظر نہیں آرہا وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ ابھی بھی ان میں تخلیق ہو رہی ہے ابھی بھی نئی نئی قسم کی ان میں Development۔ اور Evolutions کئی مضمون کی جاری ہیں اور تم دیکھ نہیں رہے ان کو۔ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى یہی قدیر خدا ہے جو اس بات پر بھی قادر ہے جہاں لفظ قادر اس معنوں میں استعمال ہوا ہے کہ عام قدرت سے ہٹ کر ایک نئی جلوہ نمائی فرمائے گا کہ وہ مردوں کو بھی زندہ کر دے۔

پھر جہاں بھی تعجب کا مضمون آتا ہے وہاں قدیر کی بجائے قادر کا لفظ استعمال فرمایا جاتا ہے:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّىَ بَنَانَهٗ ۝ (القیٰمۃ: ۴-۵)

کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جوڑ نہیں سکتے پھر۔ نہیں نہیں ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس کا انگ انگ دوبارہ اکٹھا کر دیں، ذرہ ذرہ دوبارہ جوڑ دیں۔

پھر فرماتا ہے:

اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۸﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۹﴾
فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۰﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى
اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۱﴾ (القیمہ: ۳۸-۴۱)

کہ تم محض تعجب کی وجہ سے خدا کی نئی تخلیق کا انکار کرتے ہو یعنی آئندہ کو تو تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہو لیکن ماضی میں جو گزر گیا ہے اس پر تعجب ہی نہیں کر رہے تم کچھ حالانکہ وہ زیادہ تعجب کے لائق بات ہے جو کچھ ہو چکا ہے وہ اتنا حیرت انگیز ہے، اتنا تعجب میں مبتلا کرنے والا ہے کہ اگر تم اُس کو دیکھو اور اُس کی کنہہ تک پہنچو اور تعجب میں مبتلا ہو تو تعجب تو کوئی اعتراض کی وجہ بھی باقی نہیں رہتا یعنی اللہ تعالیٰ اس مضمون کو اس طرح بیان فرما رہا ہے کہ اکثر نئی زندگی کا انکار تعجب کی بناء پر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کیسے ہو سکتا ہے کہ ہڈیاں گل سڑ جائیں گی ہم مرکھپ جائیں گے، دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ کتنا مشکل کام ہے بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے وقوفو! تعجب کے نتیجے میں اگر تخلیق نہیں ہو سکتی تو تمہاری تخلیق اول کہاں سے ہوگئی؟ اُس میں تو زیادہ تعجب کے محرکات موجود ہیں اور موجبات موجود ہیں۔ اتنا تعجب انگیز ہے مضمون تمہاری تخلیق اول کا کہ اُس پر غور کرو پھر سوچو کہ جس خدا نے یہ تخلیق پیدا کر دی تھی وہ اُس کے تخلیق نو پر کیوں قادر نہیں ہو سکتا جو کچھ بھی نہ ہو اس سے ایسا حیرت انگیز تخلیق کا نظام پیدا کر دے کچھ ہو تو اُس سے پھر آگے کیوں پیدا نہیں کر سکتا یہ مضمون ہے نسبتاً کم تعجب کی بات ہے۔ فرماتا ہے کیا وہ کسی وقت پانی کا ایک قطرہ نہیں تھا یہ تعجب کرنے والا انسان، جو اپنی مناسب حال جگہ میں ڈالا گیا پھر وہ ایک چمٹنے والا لوتھڑا بن گیا۔ پھر اُس خدا نے اُس کو اور شکل میں تبدیل فرما دیا اور پھر آخر اُسے مکمل کر دیا یعنی کچھ بھی نہیں تھا محض گندگی کا ایک کیڑا تھا جس سے اتنا کامل انسان خدا نے بنا دیا۔ پھر اُسے جوڑا جوڑا کر کے بنایا یعنی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے مضمون سے پہلے جو حیوانی حالت میں انسان گزرا ہے اس کا ذکر پہلے فرمایا جا رہا ہے۔ زندگی کے آغاز کا مضمون چلایا گیا ہے کہ مختلف حالتوں سے زندگی گزرتی ہوئی آگے بڑھی جہاں تک پہلے جوڑا جوڑا نہیں تھی پھر اُسے جوڑا جوڑا بنایا گیا یعنی نر و مادہ کی تمیز کی گئی یعنی نر اور مادہ کی شکل میں بنایا گیا۔ کیا یہ

خدا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ مردوں سے زندہ پیدا کر سکے؟

پھر اسی مضمون کو آگے بیان فرماتا ہے:

اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؔ بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۲﴾ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۳﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۴﴾ (یٰسٓ: ۸۲-۸۴)

کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اس بات پر قادر نہیں کہ اُن کی طرح کی اور مخلوق پیدا کر دے یہاں مضمون کو اور بھی پیچھے لے جایا گیا ہے، آسمانوں اور زمین کی پیدائش کی طرف توجہ پھیر دی گئی کہ اتنا وسیع نظام کائنات کا موجود ہے اُس کی تخلیق پر کیوں تم غور نہیں کرتے کہ کتنا حیرت انگیز نظام ہے اور یہاں آ کر اٹک جاتے ہو کہ یہ کیسے ہو سکتا کہ ہم دوبارہ زندہ ہو جائیں۔ جو تم موجود ہو تمہیں ایک نئی تخلیق نہیں مل سکتی ہے اور جب کچھ بھی نہیں تھا اس سے اتنی عظیم الشان تخلیق ہوگئی اس پر تم تعجب نہیں کرتے۔

پھر فرماتا ہے:

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۱﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۲﴾

(المعارج: ۴۱-۴۲)

ہرگز نہیں۔ جو تم سوچ رہے ہو غلط ہے اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ میں قسم کھاتا ہوں اُس ذات کی جو مشارق کا بھی رب ہے اور مغارب کا بھی رب ہے یعنی ہر جو نئی صبح طلوع ہوتی ہے اور جہاں جہاں سے کسی قسم کی بھی صبح طلوع ہوتی ہے ایک نیا نظام بنتا ہے ان سب کا بھی خدا ہی رب ہے اور جب ایک نظام تباہ ہوتا ہے اور غرق ہو جاتا ہے۔ جب ایک قوت اُبھرتی ہے اور پھر ڈوب بھی جاتی ہے تو جس جس معنی میں بھی کوئی چیز ڈوبتی اور نظر سے غائب ہوتی ہے اُس کا بھی وہ رب ہے۔ یعنی خدا سے دور کوئی بھی چیز نہیں ہو سکتی خدا سے کوئی بھی چیز غائب نہیں ہو سکتی ہے۔ فرمایا میں اُس کی قسم کھا کر کہتا ہوں ہم اس بات پر قادر ہیں کہ وہ قومیں جو خدا کے انبیاء کی مخالفت کرتیں ہیں ان کو لے جائیں اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ

کہ ہم اُن سے بہتر لوگ لے آئیں ہمیں کوئی عاجز نہیں کر سکتا ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝٦ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝٧ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝٨ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝٩

(الطارق:۶-۹)

یہ بھی وہ مضمون ہے دوسرے رنگ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ ان باتوں پر غور کرو کہ جہاں جہاں بھی لفظ قادر کا استعمال ہوا ہے وہاں غور کرنے سے ایک اور بات بھی سامنے آتی ہے کہ یہ خدا کی ایک اور تقدیر کا ذکر چل پڑا ہے جس کا تعلق دین اور مذہب سے ہے۔ یعنی پہلے جو قدیر کے اندر جس قدرت کا ذکر تھا جو تقدیر عام تھی ، اُس کا خدا تعالیٰ کی ہر تخلیق سے تعلق ہے وہ عام ہے۔ جاندار سے بھی ہے بے جان سے بھی ہے، ہر جگہ خدا نے ایک تعلیم دے رکھی ہے جس سے کوئی ہٹ نہیں سکتا۔ پھر خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کو ظاہر فرمایا یا اس سے پہلے دوسری کتب نازل فرمائیں اور ایک نئی تخلیق بنائی جو مذہبی دنیا کی تخلیق ہے۔ اُس تخلیق میں عام قانون سے ہٹ کر کچھ قوانین ہیں جن کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ سب سے اہم قانون یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک مقصد کی خاطر پیدا کیا ہے جس کے لئے تم جوابدہ ہو گے اور تمہیں دوبارہ اس لئے زندہ کیا جائے گا کہ تمہاری جواب طلبی کی جائے کہ تم نے اس مقصد کو پورا کیا تھا کہ نہیں کیا تھا اور جزاء اور سزا کے لئے تمہیں ایک جگہ اکٹھا کیا جائے اور جو حق دار ہے سزا کا اُسے سزا دی جائے جو جزاء کا حق دار ہے اُسے جزاء دی جائے۔

یہ جو قدرت ثانیہ ہے خدا تعالیٰ کی تقدیر کا نیا اظہار ہے جہاں جہاں یہ اظہار کیا جاتا ہے وہاں قادر کا لفظ تقدیر کے نسبت زیادہ استعمال ہوا ہے بلکہ بہت زیادہ کثرت کے ساتھ لفظ قادر کا استعمال یہاں ہوا ہے۔ تو قرآن کریم کی جو تقدیر جاری ہوئی ہے انسانوں کے اوپر اور نبوت کی جو تقدیر اس سے پہلے جاری تھی اور ایک نیا قانون جاری ہوا جس میں کچھ اختیار بھی ہے بندے کو۔ وہ تقدیر ہے جس کا ذکر خدا کی صفت قادر کی تحت کیا جا رہا ہے۔ قدیر سے بچنے کا کوئی اختیار نہیں تھا بظاہر۔ کسی بھی معنی میں بھی انسان بچ نہیں سکتا لیکن قادر کی تقدیر سے ان معنوں میں انسان کچھ بھاگتا

ہے کہ اُسے اختیار دے دیا گیا ہے کہ چاہو تو کرو۔ چاہو تو نہ کرو لیکن ساتھ یہ بتا دیا گیا ہے کہ بالآخر تم خدا کی طرف لوٹو گے۔ بالآخر تمہیں لازماً وہاں پہنچ کر جواب دہی کرنی ہوگی اور تم بچ نہیں سکتے۔ تو غالب تو ہے وہ تقدیر کہ آخر انسان اُس سے پکڑا جائے گا لیکن وقتی طور پر مہلت دیتی ہے جیسے آپ کسی چھوٹے سے بچے کو کچھ دیر کے لئے آگے بھاگنے دیتے ہیں اور بظاہر اختیار دے دیتے ہیں کہ وہ آپ سے آگے نکل جائے لیکن جانتے ہیں کہ کب اور کس وقت جب آپ چاہیں گے جب آپ فیصلہ کر لیں گے اُسے پکڑ لیں گے۔

تو ایسی تقدیر کا ذکر جہاں قرآن کریم میں ملتا ہے وہاں لفظ قادر کا استعمال ہوتا ہے اور اس کا تخلیق نو سے تعلق ہے۔ چونکہ قرآن کریم انسان کی مذہبی تخلیق کو تخلیق نو قرار دیتا ہے، خلق آخر قرار دیتا ہے۔ اس لئے خلق آخر کے مضمون کا خدا تعالیٰ کے قادر ہونے کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔

مقتدر کی صفت اسی مضمون میں آگے بڑھتی ہے جب لوگ بزور یا جبراً خدا کی اس تقدیر کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ مقتدر بن کے ان کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور اپنے پیاروں کی حفاظت فرماتا ہے اور ان کے مخالفین کو مٹا دیتا ہے۔

فرمایا:

وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۲﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۳﴾ (القمر: ۴۲-۴۳)

دیکھو فرعون بھی اس سے پہلے آیا تھا اور گزرا تھا وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ اور فرعون کی قوم کے سامنے، اس کے پیچھے چلنے والوں کے سامنے کئی قسم کے انذاری نشان پیش کئے گئے، كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا كُلِّهَا کلیۃً۔ فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ہم نے اُن کو اُس طرح پکڑا جس طرح ایک عزیز غالب طاقت والی ہستی جو مقتدر ہو وہ پکڑا کرتی ہے۔ جب قدرت گھیرا ڈال لیتی ہے، جب مخالف کے مقابل پر جوش کے ساتھ جلوہ دکھاتی ہے اُس وقت خدا تعالیٰ کی صفت قدیر یا قادر کے ذکر کی بجائے مقتدر کی صفت بیان فرمائی جاتی ہے۔ متکلف جس طرح تکلیف کر کے کام کرتا ہے غیر معمولی توجہ کے ساتھ یہ کام کرتا ہے، کوشش کے ساتھ کام کرتا ہے

تو فرمایا ہے کہ یہاں خدا کی تقدیر عام جاری نہیں رہی۔ اب کوشش کرے گی، بڑے جلال کے ساتھ ظاہر ہوگی اور جو بھی اُس کے پیاروں پر حملہ آور ہوتے ہیں وہ اُنہیں لازماً مٹائے گئی، اُنہیں لازماً نا کام بنا کر دکھائے گی اب عام تقدیر کا یہاں مقام ہی نہیں رہا۔ اس تقدیر کی روح سے اگر مخالف بھی یہ نتیجہ نکلتا تو مقتدر خدا کی تقدیر اس نتیجہ کو نا کام بنادے گی اور ایک نیا نتیجہ پیدا کر کے دکھا دے گی۔ ان معنوں میں مقتدر قدیر اور قادر دونوں سے زیادہ غلبے کے ساتھ اپنی قدرت نمائی کرتا ہے۔ لیکن ایک پہلو سے یہ مضمون محدود ہو جاتا ہے لیکن صرف خدا کے پاک بندوں کے لئے یہ تقدیر جوش دکھاتی ہے۔ تو یہ تقدیر خاص بھی ہے اس لحاظ سے محدود ہے اور چونکہ تقدیر خاص ہے اس لئے زیادہ طاقتور بھی ہے اور زیادہ غالب بھی ہے۔ تو تین قسم کی تقدیریں ہمیں نظر آئیں تقدیر عام اور تقدیر خاص جو مذہبی تقدیر ہے اور پھر اخص یعنی مقتدر کی تقدیر۔

پھر قرآن کریم اسی مضمون کو آنحضرت ﷺ کے ذکر میں بیان فرماتا ہے:

فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿٤٢﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ (الزخرف: ۴۲-۴۳)

اگر ہم تجھے لے بھی جائیں یعنی اپنے پاس بلا بھی لیں فَإِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ہم لازماً ان لوگوں سے تیرا انتقام لیں گے یعنی تو تو ہمیشہ نہیں رہ سکتا اس دنیا میں لیکن جس مقتدر خدا سے تیرا تعلق ہے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اس لئے اگر تیرے دشمن مٹ جائیں تو وہ مٹ جائیں گے ضروری نہیں اُن کے کام کو جاری رکھنے والے ہوں لیکن تو اگر نہ رہے اس دنیا میں تو تیرا کام نہیں مٹنے دیا جائے گا اور جنہوں نے تجھ پر ظلم کئے ہیں ہم ان سے لازماً انتقام لیں گے لیکن بعد کے وعدے صرف نہیں ہیں اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ، اَوْ میں استثناء بتایا جاتا ہے فرمایا یہ نہیں کہ ہم مستقبل کے وعدے کر رہے ہیں پہلے تجھے واپس بلا لیں گے اور پھر ان سے انتقام لیں گے۔ کچھ حصہ ایسا بھی ہوگا جو اُو کے تابع ہیں کہ تیری زندگی میں تجھے بھی دکھائیں گے کہ کس طرح خدا مقدرت رکھتا ہے اقتدار رکھتا ہے ان لوگوں کے اوپر تیرے مضمون کو غالب کرے گا اور ان کے مضمون کو مغلوب کر کے دکھائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے مختلف جگہ بہت ہی لطیف تفاسیر پیش فرماتے ہیں لیکن پہلے میں اس کے مقتدر کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی بعض تفاسیر کے نمونے پیش کروں، جہاں جہاں آپ نے لفظ قادر کا استعمال کیا ہے اور بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اس کے چند اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

''یاد رکھو! اللہ تعالیٰ بے شک قادر ہے مگر وہ اپنے تقدس اور اُن صفات کے خلاف نہیں کرتا جو قدیم سے الہامی کُتب میں بیان کی جارہی ہیں گویا اُن کے خلاف اُس کی توجہ ہوتی ہی نہیں'' (ملفوظات جلد ۵ صفحہ: ۲۰۵)

یہ جو قدیر کے الہامی کتابوں میں باتیں بیان کی جارہی ہیں فرمایا اُن کے خلاف وہ نہیں کرتا کیونکہ اُن کی طرف اُس کی توجہ ہوتی ہی نہیں اس مضمون کو چونکہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں اس لئے اس کے کچھ حصے چھوڑ رہا ہوں۔

فرماتے ہیں:

''ہمارا خدا قادر مطلق خدا ہے۔ وہ کامل اختیارات رکھتا ہے یمحوا اللہ مایشآء جس چیز کو چاہتا ہے اُسے مٹا بھی دیتا ہے ہمارا ایمان ہے وہ جوتشی کی طرح نہیں وہ ایک حکم صبح کو دیتا ہے اور رات کو اُس کے بدلنے کے کامل اختیارات رکھتا ہے ماننسخ من ایۃ (البقرہ: ۱۰۷) والی آیت اس پر گواہ ہے''

(ملفوظات جلد ۵ صفحہ: ۶۳۰)

پس قادر صفت کا قدیر سے جو تعلق ہے اس مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اب یہاں کھولا ہے کہ جاری تقدیر ہے ایک۔ وہ بھی خدا کی جاری کی ہوئی تقدیر ہے مگر وہ ایسی نہیں جو خدا کو عاجز کر دے کہ اُسے بدل نہ سکے اپنے وجود کو دکھانے کے لئے۔

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے

(درثمین صفحہ: ۱۵۸)

اگر وہ خدا یہ غیر معمولی تقدیر جاری کرنا چھوڑ دے تو لوگ یہی کہیں گے کہ خود بخود چیزیں

پیدا ہوئیں اور خود بخود جاری ہوتی تھیں اور خود بخود جاری رہیں گی اور کسی تیسری بیرونی ہستی کے وجود کی ضرورت کوئی نہیں ۔اس وہم کو مٹانے کی خاطر خدا ایک ایسی تقدیر بھی دکھا تا رہتا ہے جو وقتاً فو قتاً جلوہ گر ہوتی ہے اور وہ عام تقدیر سے ہٹ کر ہوتی ہے اور اس بات پر قادر ہے کہ عمومی تقدیر کے برخلاف اُس پر غالب آنے والی اپنی دوسری تقدیر کو جاری فرمائے ۔فرماتے ہیں:

''اُس خدا پر ایمان لانے سے کیا مزہ جو قریب قریب بتوں کے ہو(یعنی بتوں کی طرح کا ہو) نہ سنتا ہو اور نہ جواب دے۔ اُس خدا پر ایمان لانے سے مزہ آتا ہے جو قدرتوں والا خدا ہے جو ایسے خدا پر ایمان نہیں لاتا اور خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور تصرفات پر ایمان نہیں رکھتا اُس کا خدا بُت ہے ۔اصل میں خدا تو ایک ہی ہے مگر تجلیات الگ ہیں جو اس بات کا پابند ہے اس سے ایسا ہی سلوک ہوتا ہے اور جو متوکل ہے اُس سے وہی ۔اگر خدا تعالیٰ ایسا ہی کمزور ہوتا تو پھر نبیوں سے بڑھ کر کوئی ناکام نہ ہوتا کیونکہ وہ اسباب پرست نہ تھے بلکہ خدا پرست اور متوکل تھے ۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ:۳۹۹)

یہاں جو مضمون ہے وہ قدیر اور قادر کے تعلق کا مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

جب ہم اسباب اختیار کرتے ہیں تو یہ وہی چیز ہے جو خدا تعالیٰ کی ایک جاری تقدیر ہے۔ اس کے سوا تو اسباب کوئی چیز نہیں ہیں۔لیکن جب صرف اسباب ہی اختیار کرنے لگ جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی دوسری تقدیر پر ایمان نہیں رکھتے جو وقتاً فوقتاً اُس سے تعلق کی بناء پر یعنی مذہب کے نتیجے میں جاری ہوتی ہے جس کا تعلق قادر سے ہے تو پھر صرف اسباب ہی کے بندے ہو کر رہ جاتے ہیں۔ فرمایا اُن کے لئے بھی ایک خدا ظاہر ہوتا ہے اُن سے تعلق نہیں توڑتا لیکن جو وہ اپنے لئے پسند کرتے ہیں ویسا ہی خدا اُن کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔وہ چونکہ اس کی اسباب کی پیروی کرنے لگ جاتے ہیں تو صرف اسباب کی تقدیر تک محدود خدا اُن کے لئے ظاہر ہوتا رہتا ہے۔ یہ مغربی قوموں نے جتنی بھی دنیا میں ترقی کی ہے یہ اسباب کے ذریعہ کی ہے اور اسباب کے خدا سے تعلق قائم کر کے کی ہے، خدا سے ہٹ کر یہ نہیں ترقی کر سکتے لیکن اُن کے لئے صرف اسباب کی تقدیر محدود ہو چکی ہے۔فرمایا اگر صرف یہی تقدیر ہوتی تو انبیاء تو جیتے جی مر جاتے کیونکہ اُن کے پاس تو اسباب ہوتے ہی

نہیں مقابلے کے لئے اتنے تھوڑے، اتنے حقیر ہوتے ہیں کہ دشمن کے اسباب کے مقابل پر کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتے ہیں فرمایا وہ تو مر جاتے جیتے جی لیکن نہیں اُن کے لئے ایک اور تقدیر خدا کی جاری ہوتی ہے اور وہ اُسکی مذہب کی تقدیر ہے جو اُس سے زندہ تعلق رکھتا ہے اُس کے لئے خدا قادر کے طور پر بھی جلوہ گر ہوتا ہے عام تقدیر کو مٹا کر ایک نئی تقدیر بناتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

نہیں محصور ہرگز راستہ قدرت نمائی کا
خدا کی قدرتوں کا حصر دعویٰ ہے خدائی کا

پھر فرماتے ہیں:

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشان کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کرونگا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

کہ یہاں بولنے والا خدا منظر پر اُبھر آتا ہے یعنی مخلوق ایک ایسے خدا کی واقف ہو جاتی ہے جو بولنے لگ گیا ہے۔ سائنس دانوں کا خدا تو وہ گونگا خدا ہے کہ جس کی تقدیر جاری تو ہے لیکن اس تقدیر میں نہ ردوبدل کرنے کے اہل ہیں نہ انکے لئے وہ تقدیر ٹلتی ہے کسی طرح۔ لازم ہے اُن پر کہ سو فیصدی بھی اس تقدیر کی پیروی کریں، غلامی اختیار کریں اور پھر اس سے جو فائدہ اٹھانا ہے اُس سے اٹھائیں لیکن ایک زندہ فعال خدا سے وہ تقدیر اُن کا تعلق قائم نہیں کرتی۔ اسی لئے اکثر سائنس دان جس خدا تک پہنچے ہیں وہ ایک تصوراتی خدا ہے جس کا ہونا وہ تسلیم کر لیتے ہیں لیکن انسان کے ساتھ ایک زندہ تعلق والا خدا اُن پر کبھی ظاہر نہیں ہوتا نہ وہ اُن کا وجود تسلیم کرتے ہیں۔ کہتے ہیں ہوگا قدرت کاملہ میں ہمیں نظر آتا ہے لیکن ایسا وجود جو انسانی معاملات میں دلچسپی لے، اُن میں دخل دے، اُن سے پیار کرے، اُن کو سزا دے ایسا خدا ہمیں کہیں نظر نہیں آتا۔ اس لئے اس سے اُن کا تعلق قائم ہی نہیں ہوتا وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کو سمجھتے نہیں ہیں لیکن جب وہ قدرت کاملہ پر یقین رکھنے لگ جاتے ہیں انسان۔ تب خدا اُن پر ظاہر ہوتا ہے اور اُن سے بولتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

جس بات کو کہے کہ کرونگا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

پس ایسا خدا جب جلوہ گر ہو جائے تو اُس وقت انسان کے لئے دعا کا مضمون پیدا ہو جاتا ہے اور تبھی مذہب میں دعا پر غیر معمولی زور دیا جاتا ہے۔ تبھی قرآن کریم میں دعا پر غیر معمولی زور دیا۔

تبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دعا کے متعلق اتنا کچھ سکھایا کہ آپ گزشتہ صدیوں کا مواد اکٹھا کر کے دیکھ لیں جو کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کے مضمون پر لکھا ہے اُس کے قریب بھی نہیں پھٹکے گا وہ سب کچھ۔ اپنے مواد کی کثرت کے لحاظ سے بھی اور مضمون کی گہرائی کے لحاظ سے بھی کیونکہ جب ایک قدرتوں والا خدا ہے جو بولتا بھی ہے، جو اپنے پیاروں سے پیار کرتا ہے اور پھر اُن کی تائید فرماتا ہے، ان کے لئے غیرت دکھاتا ہے۔ ایسے خدا سے تعلق قائم ہونا چاہئے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے قادر خدا سے تعلق کے لئے اس کثرت کے ساتھ دعا کرتے تھے کہ آپ کی نظم میں بھی آپ کی نثر میں بھی بکثرت حیرت انگیز اثر کرنے والی دعائیں ملتی ہیں اور سب کے نمونے تو پیش کئے ہی نہیں جا سکتے لیکن اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ ملتا ہیں اُس سے بہت زیادہ ہے جو نہیں ملتا کیونکہ وہ رات کی خاموش دعائیں تھیں جو سب کے سب نہ بیان ہوئیں نہ لکھی گئیں اور دن کی خاموش دعائیں بھی تھیں ۔ ہر وقت دل اور دماغ اللہ تعالیٰ کی طرف مائل رہتا تھا اور خدا کے حضور کچھ نہ کچھ مناجات کرتا رہتا تھا۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں ہمیں ملتی ہیں اُن میں بھی جہاں قادر کا ذکر ہے بہت ہی وسیع مضمون وہاں نظر آتا ہے اور صاف دکھائی دیتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے غلبے کے لئے ایک ذرہ بھی اپنی ذات پر یا اُن ذرائع پر بھروسہ نہیں تھا جو ایک دنیا دار کی نگاہ دیکھ سکتی ہے۔ خالصۃً اللہ کی قدرت پر بھروسہ تھا۔ اسی لئے میں اس مضمون کو یہاں تک لایا ہوں تا کہ جماعت کو اس بات کی طرف متنبہ کروں۔

اسباب بھی چونکہ خدا کی ایک تقدیر کا حصہ ہیں اس لئے اُن سے روگردانی بھی ایک قسم کا تکبر

ہے جو خدا تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اس لئے انبیاء کو مجبور کیا گیا کہ وہ اسباب بھی اختیار کریں اور جہاں تک ہو سکتا ہے کریں لیکن ساتھ یہ بھی کھول دیا گیا اور خوب کھول دیا گیا کہ رعایت اسباب اس لئے ضروری نہیں ہیں کہ اسباب تمہیں کسی مقام تک پہنچا ئیں گے۔ تمہیں جو بھی غلبہ نصیب ہوگا وہ تمہارے اسباب کے بغیر، انکے سہارے کے بغیر خالصۃً اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیب ہوگا اور تعلق الٰہی کا وہ ایک جلوہ ہوگا اس لئے دعائیں کرو اور اصل بناء دعا پر ہے، اصل بناء اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہے۔ ہم اسباب بھی اختیار کریں گے اس لئے کہ وہ قدیر خدا کی جلوہ نمائی ہے اور ہم خدا کی کسی صفت کے کسی حصہ سے بھی مستغنی نہیں ہو سکتے لیکن اصل بناء ہماری قادر خدا سے تعلق جوڑنے پر ہے کیونکہ جب تک ہم قادر خدا سے تعلق نہیں جوڑیں گے قدیر خدا سے تعلق رکھنے والے تو اتنے زیادہ ہیں اور اسباب کے بندے اس کثرت سے ہیں اور اس کثرت کے ساتھ اُن کو اسباب بھی ملے ہوئے ہیں کہ اسباب کے مقابل پر اسباب کے ذریعہ ہم غالب نہیں آسکتے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعائیں کیں بھی اور دعائیں سکھائیں بھی آپ فرماتے ہیں:

ے اک کرشمہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے رب الوریٰ
حق پرستی کا مٹا جاتا ہے نام
ایک نشان دکھلا کہ ہو حجت تمام

پھر ان دعاؤں کو خدائے قدیر نے اور خدائے قادر نے قبول بھی فرمایا اور اُس قبولیت کا ذکر بھی آپ فرماتے ہیں۔

ے تیری رحمت ہے میرے گھر کا شہتیر
میری جاں تیرے فضلوں کی پنہ گیر
حریفوں کو لگے ہر سمت سے تیر
گرفتار آگئے جیسے کہ نخچیر
ہوا آخر وہی جو تیری تقدیر
بھلا چلتی ہے تیرے آگے تدبیر

خدا نے ان کی عظمت سب اڑادی

فسبحان الذی اخزی الاعادی

(درثمین صفحہ:۵۱)

یہاں یہ بات بھی یادرکھنے کے قابل ہے کہ تدبیر بھی دو معنی رکھتی ہے۔ایک وہ تدبیر ہے جو خدا تعالیٰ کی تقدیر کو اختیار کرنے کے نتیجے میں کی جاتی ہے۔وہ تدبیر کامیاب ہوتی ہے عموماً سوائے اس کے کہ خدا کی کسی غالب تقدیر سے ٹکرا جائے اور ایک تدبیر ہے جو خدا تعالیٰ کی تقدیر کو بدلنے کے لئے کی جاتی ہے، وہ لازماً ہر صورت میں ناکام ہوتی ہے۔پس یہاں جس تدبیر کا ذکر فرمایا گیا ہے اس تدبیر کی ناکامی کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔پھر جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نصیحت فرماتے ہیں:

’’اگر مصائب کے وقت میں تم مومن ہو اور خدا تعالیٰ سے صلح کرنے والے ہو اور اس کی محبت میں آگے قدم بڑھانے والے ہو تو وہ رحمت ہے تمہارے واسطے۔کیونکہ خدا قادر ہے کہ آگ کو گلزار کر دے۔اور اگر تم فاسق ہو تو ڈرو کہ وہ آگ ہے جو بھسم کرنے والی ہے اور قہر اور غضب ہے جو نیست و نابود کرنے والا ہے۔(ملفوظات جلد سوم صفحہ:۱۵۴)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدائے قادر کے بعد ایک ایسے جلوے سے فائدہ اٹھانے کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں جس طرف عموماً لوگوں کا خیال نہیں جاتا۔ہم عموماً خدائے قادر کو آفاقی نظر سے دیکھنا چاہتے ہیں یعنی گردوپیش میں اس کے جلوے ظاہر ہو رہے ہوں اور ہم لطف اندوز ہو رہے ہوں کہ دیکھو ہمارے لئے خدائے قادر اس طرح جلوہ گر ہوا۔

حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عارف باللہ ہونا آپ کی ہر تحریر سے ثابت ہے۔ایسے ایسے گوشوں کی طرف ذہن کو منتقل فرما دیتے ہیں جن کی طرف عام انسان کا ذہن جا ہی نہیں سکتا ہے۔آپ فرماتے ہیں خدا کے قادر ہونے کو باہر ہی تلاش نہ کرو، اپنی ذات کے اندر بھی تلاش کرو، یہی نہ چاہو کہ خدائے قادر کے جلوے باہر جلوہ گر ہوتے دیکھو، اپنی ذات میں بھی خدائے قادر کے جلووں کی طلب کرو، تمنا رکھو اور التجا کرو کہ وہ تمہارے لئے جلوہ گر ہو۔کن معنوں میں، فرمایا کہ تم اپنی ذات میں روحانی انقلاب پیدا کرنے کے اہل ہی نہیں ہو نہ تو تم اس بات کے اہل ہو کہ بیرونی طور پر کوئی روحانی

انقلاب تدبیر کے ذریعے برپا کرسکو۔

یہ بات تو تمہیں سمجھ آ گئی کہ تم بہت کمزور ہو دشمن غالب ہے لیکن یہ بات تم نہیں سمجھتے کہ تم اتنے کمزور ہو کہ اپنی ذات کے اندر بھی کوئی روحانی انقلاب برپا نہیں کرسکتے اُس کے لئے بھی خدائے قادر کا ہاتھ ڈھونڈو گے تمہارے اندر وہ انقلاب برپا ہوگا ورنہ انقلاب نہیں ہوسکتا۔

''غور کرو کہ جس قادر خدا نے انسان کو ایسے ایسے انقلابات میں سے گزار کر انسان بنا دیا ہے اور اب ایسا انسان ہے کہ گویا عقل حیران ہے کہ کیا سے کیا بن گیا۔ ناک منہ اور دوسرے اعضاء پر غور کرو کہ خدا تعالیٰ نے اسے کیا بنایا ہے پھر اندرونی حواس خمسہ دئے اور دوسرے قویٰ اور طاقتیں اس کو عطا کیں۔ پس خدائے قادر نے اس زمانہ سے جو یہ نطفہ تھا، عجیب تصرفات سے انسان بنا دیا۔ کیا اس کے لئے مشکل ہے کہ اس کو پاک حالت میں لے جاوے؟ اور جذبات سے الگ کر دے؟ جو شخص ان باتوں پر غور کرے گا وہ بے اختیار ہو کر کہہ اٹھے گا: اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔'' (البقرہ:۱۴۹)

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ:۶۵۸)

یعنی خدا تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں بنایا ہے بہت ہی عظیم الشان خلقت ہے لیکن خدا کی مدد کے بغیر اس حالت کو پاک حالت میں تبدیل نہیں کیا جاسکتا اس لئے خدائے قادر سے تعلق جوڑو اور خدائے قادر سے توقع رکھو کہ وہ تمہیں پاک حالت میں لے جائے۔

جہاں تک مقتدر کا تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباس کے بعد اب میں اس خطبے کو ختم کرتا ہوں اور اس کا بقیہ حصہ انشاء اللہ آئندہ جمعے کے لیے چھوڑتا ہوں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ مقتدر ہے وہ جب چاہتا ہے مصیبت کا دروازہ کھول دیتا ہے اور جب چاہتا ہے کشائش کرتا ہے۔ جو بھی اُس پر بھروسہ کرتا ہے وہ بچایا جاتا ہے۔ ڈرنے والا اور نہ ڈرنے والا کبھی برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں میں ایک فرق رکھ دیتا ہے'' (ملفوظات جلد نمبر ۳ صفحہ:۱۷۳)

یعنی مقتدر دونوں باتوں پر ہے پکڑ پر بھی مقتدر ہے اور خوف سے بچانے پر بھی مقتدر ہے،

خوف میں مبتلا کر کے ہلاک کر دینے پر بھی مقتدر ہے اور ہر خوف سے نکال لے جانے پر بھی مقتدر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کرو جو ڈرنے والا ہے اللہ تعالیٰ سے اُس سے وہ سلوک نہیں کیا جاتا ہے جو خدا تعالیٰ غل با کی کیا کرتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں: مقتدر ذات وہ ہے جو پہلے سے خبر بھی دیتی ہے اور پھر ایسے حالات میں وہ خبر دیتی ہے کہ بظاہر وہ بات ہونی ناممکن ہے اور یہ خدا تعالیٰ کی زندہ ہستی کا ثبوت ہے فرماتے ہیں۔

> ”ایک دہریہ سے یہ سوال ہے کہ قبل از وقت طاقت اور اقتدار سے بھری ہوئی پیشگوئیاں جو ہم کرتے ہیں یہ کہاں سے ہوتی ہیں؟ اگر کہو یہ کوئی علم ہی ہے تو اس علم کے ذریعے وہ بھی کر سکتا ہے، کر کے دکھائے ورنہ ماننا پڑے گا کہ ایک زبردست طاقت ہے جو الہام کر رہی ہے۔“ (ملفوظات جلد۲ صفحہ:۵۹۴)

پھر فرماتے ہیں۔

> ”اے بدفطرتو! اپنی فطرتیں دکھلاؤ، لعنتیں بھیجو، ٹھٹھے کرو اور صادقوں کا نام کاذب اور دروغ گو رکھو لیکن عنقریب دیکھو گے کہ کیا ہوتا ہے تم ہم پر لعنت کرو تا فرشتے تم پر لعنت کریں۔ میں نے بہت چاہا کہ تمہارے اندر سچائی ڈالوں اور تاریکی سے تمہیں نکالوں اور نور کے فرزند بناؤں لیکن تمہاری بدبختی تم پر غالب آگئی ہے سو اب جو چاہو لکھو۔ تم مجھے دیکھ نہیں سکتے جب تک وہ دن نہ آوے کہ جو قادر کریم نے میرے دکھانے کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ ضرور تھا کہ تمہیں ابتلاء میں ڈالے اور تمہاری آزمائش کرے تا تمہارے جھوٹے دعوے فہم اور فراست اور تقویٰ اور علم قرآن کے تم پر کھل جائیں۔“
>
> (مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ:۳۹۹)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا بار بار جس میں خدا تعالیٰ کی اقتداری جلوہ گری کا ذکر اور وعدہ ملتا ہے۔ کثرت سے ایسے الہام ہیں لیکن اُن میں سے ایک الہام میں آج اُس کا ترجمہ پڑھ کر آپ کو سناتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ”**انی مع الا فواج اتیک بغتة**“ (تذکرہ صفحہ:۲۴۲) والے الہام کا ترجمہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی فوجوں کے ساتھ تیرے

پاس نا گہانی طور پر آؤنگا۔ یعنی جس گھڑی تیری مدد کی جائے گی اس گھڑی کا تجھے علم نہیں ۔ پس وہ احمدی جو اندازے لگاتے رہتے ہیں ہر وقت کہ فلاں دن، فلاں رات، فلاں گھڑی اچانک یہ کام ہو جائیگا جب پہلے پتہ چل گیا کہ فلاں وقت فلاں گھڑی اچانک یہ کام ہونا ہے تو اچانک کیسے ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جن سے وعدہ کیا گیا ہے اقتدار کا آپ کو خدا مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ یعنی جس گھڑی تیری مدد کی جائے گی۔ یہ ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا ہے۔ اُس گھڑی کا تجھے علم نہیں۔

اور ان کو علم ہے آج کے اندازے لگانے والوں کو کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تو پنجابی میں کہتے ہیں گھروں میں آواں تے سندیسے توں دیویں۔ یعنی گھر سے تو میں آرہا ہوں اور گھر کے پیغام تم مجھے پہنچا رہے ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کس طرح آپ سندیسے دے سکتے ہیں۔ صاحب خانہ کے مہمان تو آپ ہیں، خدا ہے ہر کائنات کے خانے کا مالک اس گھر کے آنے والے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ خدا مجھے فرماتا ہے کہ تجھے اس گھڑی کا علم نہیں وہ کب اور کس طرح ظاہر ہو جائے گا اور بعض باہر سے آنے والے کہتے ہیں کہ ہاں ہمیں پتہ لگ گیا ہے کہ فلاں وقت کس طرح ظاہر ہو جائے گا۔

آج کا دن بھی وہ دن ہے جس کے معنی خود انہوں نے بنائے ہیں یا خود پہنا رکھے ہیں۔ آج جمعہ ہے اور دس تاریخ ہے مجھے خدا نے بتایا تھا جس خدا کے قبضہ میں میری جان ہے اُس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کھلا کھلا واضح طور پر ایک چمکتے ہوئے نشان کے طور پر اُس نے مجھے بتایا تھا لیکن جیسا کہ میرے گزشتہ خطبات سے ظاہر ہے مجھ پر قطعاً یہ واضح نہیں ہے کہ کس رنگ میں وہ نشان پورے ہوں گے۔ کچھ پورے ہوئے تو اندازہ ہوا کہ یہ بھی ایک طریق تھا اور یہ پتہ ہے کہ وہ بار بار کی جلوہ گری ہے کہ کئی رنگ میں پورے ہونگے لیکن جوں جوں جمعہ قریب آیا۔ لوگوں نے مجھے لکھنا شروع کر دیا کہ اب یہ نشان اس طرح پورا ہونے والا ہے۔ تمہیں کس طرح پتہ لگ گیا مجھے تو نہیں پتہ؟ لیکن یہ یقین ہے ایک ذرہ بھی تزلزل نہیں اس یقین میں، کامل ہے کہ خدا کی طرف سے یہ خبر تھی اور وہ خدا ہی ہے جو اُسے پورا کر کے دکھائے گا اور جب بھی پورا کر کے دکھائے گا جماعت کے دل اطمینان اور شکر اور حمد کے ساتھ بھر دیگا اور کوئی شک کرنے والا اس مقام پر نہیں رہے گا کہ وہ شک کر سکے اور

ٹھٹھہ کر سکے پس یہی ہمارے لئے کافی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’کہ جس گھڑی تیری مدد کی جائے گی اُس گھڑی کا تجھے علم نہیں ، اور اُس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا کہ کاش میں اس خدا کے بھیجے ہوئے سے مخالفت نہ کرتا اور اُس کے ساتھ رہتا اور کہتے ہیں کہ یہ جماعت متفرق ہو جائے گی اور بات بگڑ جائے گی حالانکہ ان کو غیب کا علم نہیں دیا گیا ہماری طرف سے ایک برہان ہے اور خدا قادر تھا کہ ضرورت کے وقت میں اپنی برہان ظاہر کرتا‘‘

(روحانی خزائن جلد ۱۷، اربعین ۳ صفحہ: ۴۲۳)

پھر خدائے قادر سے دعا کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

’’اے میرے حضرت اعلیٰ ذوالجلال قادر وقدوس حی وقیوم جو ہمیشہ راستبازوں کی مدد کرتا ہے تیرا نام ابدالا باد مبارک ہے۔ تیری قدرت کے کام کبھی رک نہیں سکے۔ تیرا قوی ہاتھ ہمیشہ عجیب کام دکھلاتا ہے تو نے ہی اس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ ’’اٹھ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لیے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ اور قویٰ کرنے کے لئے چنا......اے میرے قادر خدا تو جانتا ہے کہ اکثر لوگوں نے مجھے منظور نہیں کیا اور مجھے مفتری سمجھا اور میرا نام کافر اور کذاب اور دجال رکھا گیا۔ مجھے گالیاں دی گئیں اور طرح طرح کی دل آزار باتوں سے مجھے ستایا گیا۔سوائے میرے مولا قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا اور کوئی ایسا نشان ظاہر فرما جس سے تیرے سلیم الفطرت بندے نہایت قوی طور پر یقین کریں کہ میں تیرا مقبول ہوں اور جس سے اُن کا ایمان قوی ہو اور وہ تجھے پہچانیں اور تجھ سے ڈریں اور تیرے اس بندے کی ہدایتوں کے موافق ایک پاک تبدیلی اُن کے اندر پیدا ہو اور زمین پر پاکی اور پرہیزگاری کا اعلیٰ نمونہ دکھلاویں اور ہر ایک طالب حق کو نیکی کی طرف کھینچیں اور اس طرح پر تمام

قومیں جو زمین پر ہیں تیری قدرت اور تیرے جلال کو دیکھیں اور سمجھیں کہ تو اپنے اس بندے کے ساتھ ہے اور دنیا میں تیرا جلال چمکے اور تیرے نام کی روشنی اُس بجلی کی طرح دکھلائی دے کہ جو یہ ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب تک اپنے تئیں پہنچاتی اور شمال وجنوب میں اپنی چمکیں دکھلاتی ہے ......اے میرے قادر خدا اے میرے توانا اور سب قوتوں کے مالک خداوند! تیرے ہاتھ کے برابر کوئی ہاتھ نہیں اور کسی جن اور بھوت کو تیری سلطنت میں شرکت نہیں کسی شیطان کو یہ قوت نہیں دی گی کہ وہ تیرے نشانوں اور تیرے ہیبت ناک ہاتھ کے آگے ٹھہر سکے یا تیری قدرت کی مانند کوئی قدرت دکھلا سکے کیونکہ تو وہ ہے جس کی شان لا الہ الا اللہ ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۳۲۲۔۳۲۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خدا تعالیٰ نے اس کثرت کے ساتھ قدرت نمائی کے وعدے فرمائے ہیں ایک مومن کے لئے ایک لمحہ بھی کسی قسم کے شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے قدرتوں کے اس مضمون کو سمجھنے کے بعد خصوصیت کے ساتھ میں احمدیوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رنگ میں رنگین ہو کر سب سے پہلے اپنے قادر خدا سے تعلق جوڑیں اس کی قدرتوں کے اوپر کامل ایمان رکھیں۔ ایک لمحہ کے لئے بھی توکل کے اعلیٰ مقام کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ رعایت اسباب ضرور کریں کیونکہ یہ لازم ہے مگر رعایت اسباب پر بھروسہ نہ کریں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں جتنے وعدے ہیں وہ لازماً پورے ہوں گے ایک ذرا سا ادنیٰ سا بھی شک اس بات پر نہیں ہے لیکن اُن کو پورا کرنے کے لئے کچھ توقعات ہیں ہماری جماعت سے ان میں ابتلاؤں کا ایک مقصد ہے اور وہ مقصد جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے واضح ہے وہ ہمیں پاک اور صاف کرنا اور بہتر انسان بنانا ہے۔ نتھار دینا ہے، لوگوں سے الگ اور ممتاز کر دینا ہے۔ جوں جوں یہ امتیازی نشان ہمارے وجود میں ظاہر ہوتے رہے گے۔ جوں جوں ہمارے اندر پاک تبدیلیاں ہوتی چلی جائیں گی خدا تعالیٰ کی قدرت نمائی کا ہاتھ ہمارے لئے زیادہ مفید ہوگا۔ دنیا دیکھے گی ان کے لئے ان بندوں کے لئے خدا نے قدرت کا ہاتھ دکھایا ہے اگر غیر کے ساتھ تمیز کوئی نہ ہو تو کون کہہ سکتا ہے کہ کس کے

لئے خدا نے کیا قدرت دکھائی اور جب تمیز کوئی نہیں تو خدا تو حکیم خدا ہے اور قدرت کے اندر حکمت کا مضمون پایا جاتا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ خدا تمیز کر کے دکھائے کہ جیسے عام تقدیر میں دوسرے لوگ اُس کے تابع چل رہے ہیں اسی طرح آپ بھی عام تقدیر کے تابع چلتے چلے جائیں گے۔ اس لئے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پیشگوئی پڑھنے کے بعد اس مضمون کو آج ختم کرتا ہوں مگر یاد رکھیں کہ اس پیشگوئی کا اطلاق ہم پر ہوگا، ضرور ہوگا اس میں شک نہیں لیکن کچھ تقاضے ہیں جو آپ کو پورے کرنے ہوں گے۔ میں آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ بعض خطبات میں توجہ دلاؤں گا کہ کون کون سی ایسی باتیں ہیں جن کی طرف ہمیں مزید توجہ کی ضرورت ہے۔ جس کے نتیجے میں اگر ہم توجہ دیں تو انشاء اللہ خدا کے وعدوں کے پورا ہونے کے دن قریب تر آجائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''تمام پنجاب اور ہندوستان کے لوگ مجھ سے ایسے بگڑ گئے تھے جو مجھے پیروں کے نیچے کچلنا چاہتے تھے ضرور تھا کہ وہ لوگ اپنی جان توڑ کوششوں میں کامیاب ہو جاتے اور مجھے تباہ کر دیتے لیکن وہ سب کے سب نامراد رہے اور میں جانتا ہوں کہ اُن کا اس قدر شور اور میرے تباہ کرنے کے لئے اس قدر کوشش اور یہ پرزور طوفان جو میری مخالفت میں پیدا ہوا یہ اس لئے نہیں تھا کہ خدا نے میرے تباہ کرنے کا ارادہ کیا تھا بلکہ اس لئے تھا کہ تا خدا تعالیٰ کے نشان ظاہر ہوں اور تا خدائے قادر جو کسی سے مغلوب نہیں ہو سکتا اُن لوگوں کے مقابل پر اپنی طاقت اور قوت دکھلاوے اور اپنی قدرت کا نشان ظاہر کرے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ کون جانتا تھا اور کس کے علم میں یہ بات تھی کہ جب میں ایک چھوٹے سے بیج کی طرح بویا گیا اور بعد اس کے ہزاروں پیروں کے نیچے کچلا گیا اور آندھیاں چلیں اور طوفان آئے اور ایک سیلاب کی طرح شور بغاوت میرے اس چھوٹے سے تخم پر پھر گیا۔ پھر بھی میں ان صدمات سے بچ جاؤں گا۔ سو وہ تخم خدا کے فضل سے ضائع نہ ہوا بلکہ بڑھا اور پھولا اور آج وہ ایک بڑا درخت ہے جس کے سایہ کے نیچے تین لاکھ انسان آرام کر رہا ہے (یہ تقریباً سو

سال پہلے کی بات ہے) یہ خدائی کام ہیں جن کے ادراک سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں وہ کسی سے مغلوب نہیں ہوسکتا‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ: ۲۶۲۔۲۶۳)

بعض احمدی بہت تھوڑے ہیں بعض احمدی یہ بھی لکھتے ہیں کہ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چلے گئے اس زمانے کا تقویٰ بھی ختم ہوگیا اور کمزوریاں جماعت میں آگئیں اس لئے یہ ابتلاء نہیں یہ سزا ہے یہ بالکل جھوٹا اور شیطانی خیال ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب تک خدا تعالیٰ کامل غلبہ عطا نہیں کرتا اور آپ کے ذریعہ اسلام کو غیروں پر غلبہ عطا نہیں کرتا خدا کی قدرت نمائی کا ہاتھ نہیں رکے گا نہیں تھمے گا اور نہیں ماندا ہوگا۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ اُس آخری عالمی غلبہ کے بغیر خدا تعالیٰ کی قدرت کا ہاتھ آپ سے پیچھے کھینچ دیا جائے اور اسی لئے اس باطل خیال کو مٹانے کے لئے ، ہمیشہ کے لیے اس کو اکھاڑ کر پھینک دینے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک وعدہ کیا گیا اور جو آپ نے بڑے واضح اور کُھلے لفظوں میں جماعت کے سامنے رکھا۔ فرماتے ہیں:

’’میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور میں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دعا کرتے رہو اور چاہئے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک میں اکٹھے ہو کر دعا میں لگے رہیں تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہیں دکھادے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے۔ اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائے گی‘‘ (الوصیت، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ: ۳۰۶)

اس دوسری قدرت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کیا گیا ہے، کم از کم ایک ہزار سال تک یہ جاری رہے گی۔ پس وہ لوگ جوان وہموں میں مبتلا ہیں یعنی شیطانی وساوس کا شکار ہو جاتے ہیں کہ گویا خدا کی قدرت کا ہاتھ ہم سے کھینچ لیا گیا ہے جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ قدرت ثانیہ جاری ہے اور جب تک اُس قدرت کے ساتھ جماعت وابستہ رہے گی خدا کی قدرت جماعت کے ساتھ وابستہ رہے گی۔ کوئی نہیں جو اس تعلق کو کاٹ سکے۔ پس آپ کامل وفا کے ساتھ خدا کی

قدرت ثانیہ کے ساتھ تعلق جوڑے رکھیں ۔ میں آپ کو خوشخبری دیتا ہوں اور خدا کی قسم کھا کر آپ سے کہتا ہوں کہ خدا کی قدرت کبھی بھی آپ سے اپنا پیوند نہیں توڑے گی ، ہرگز نہیں توڑے گی اور ہرگز نہیں توڑے گی یہاں تک کہ اسلام کو کامل غلبہ نہ نصیب ہو جائے ۔